OPEN ACCESS
Journal of Arabic Research (AIOU)
jar.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

تفسیر سرسید میں کلام عرب سے استشہاد

Citing the Words of the Arabs in the Interpretation of Sir Syed

٭ ڈاکٹرنوشابہ امیر
سبجیکٹ سپیشلسٹ، قائد وویمن، ماڈل لاہور، بہاول پور

٭٭ ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

One of the contradictory aspects of Sir Syed's interpretation of Holy Quran is that he tries to argue everything. If anything is said beyond the precedent, it has been exemplary to prove it in the Quran, hadith, sayings, verses, Arabs and Arabic dictionaries, etc. The basic commentary and conclusion have been extraordinarily useful in this interpretation. It is pertinent to mention from the mention of the above source that Sir Syed extended his commentary in view of these sources. One of the highlights of this commentary is that Israeli traditions and the subject hadiths have been discussed quite a bit, as well as places related to the commentary verses highlight the Quran and the geography.

Keywords: *Sir Syed, Quran, Hadith, Arabs, Israeli traditions.*

سرسید کی ہمہ جہتی اور ہمہ دانی زبان وبیان کے احاطہ میں لانا بہت مشکل ہے۔ اردو زبان وادب، اخلاقیات اور معاشرتی امور سے متعلق خدمات ہی اس قدر عظمتوں کی حامل ہیں کہ اس جلیل القدر شخصیت کو تاقیامت فراموش نہیں کیا جاسکتا، جس طرح تعلیمی مسائل کے موضوع پر آپ کے افکار و خیالات ہمیشہ عزت و توقیر کی نظروں سے دیکھے جائیں گے، اسی طرح قرآنیات اور ذخیرۂ حدیث پر آپ کی وسعت نظر اور تعمق سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تمام تر اختلافات کے باوجود دونوں موضوعات پر سرسید نے جس عالمانہ انداز سے گفتگو کی ہے اسے ماہرین اسلامیات ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ تفسیر سرسید کے معنی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنت جہنم، اُجنہ وشیاطین اور معجزات وغیرہ سے متعلق جو خیالات تفسیر سرسید میں موجود ہیں وہ غیر اسلامی ہیں، لیکن ان چند اختلافی مسائل کی روشنی میں باقی بے شمار خوبیوں سے آنکھ بند کرلینا صداقت ودیانت کے منافی ہے۔

سرسید کی تفسیر کا ایک ممتاز پہلو یہ ہے کہ وہ ہر بات کی دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر متقدمین سے ہٹ کر کوئی بات کہی گئی ہے تو اسے قرآن کریم صحف مساوی، احادیث، اقوال متقدمین، کلام عرب اور لغات عرب وغیرہ سے ثابت کرنے کی مثالی کاوش کی گئی ہے، اس تفسیر میں بنیادی تفاسیر اور مأخذ سے غیر معمولی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔ تفسیر کبیر، کشاف، بیضاوی، مجمع البیان، فصوص الحکم، تفسیر ابن عباس، تفسیر ابن کثیر صحاح

جوہری، لسان العرب، اشارات شیخ ابو علی سینا، تفہیمات الہیہ، حجتہ اللہ البالغہ تاریخ کامل، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، فتح المغیثؔ، خزانۃ الأدب، کتاب فصل المقالاابن رشد، تاج العروں، محیط المحیط، معالم التنزیل میں اور الملل والنحل وغیرہ کے جابجاحوالے موجود ہیں۔اس کے علاوہ اس تفسیر میں بعض قلمی مصادر سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔مذکورہ مصادر کے ذکر سے بتانا یہمقصود ہے کہ سرسید نے ان آخذ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی تفسیر کا سلسلہ آگے بڑھایا ہے۔
اس تفسیر کی ایک خاص چیز یہ ہے کہ اسرائیلی روایات اور موضوع احادیث پر نہایت مدلل گفتگو کی گیا ہے،اسی طرح تفسیر آیات کے سلسلے میں مقامات قرآن اور جغرافی قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
سرسید نے آیات کریمہ میں موجود عوی مسائل پر اہم گفتگو کی ہے۔اس سلسلے میں لغات عرب اور کلام عرب سے مدد لی ہے،اس تفسیر کے اور بھی بہت سے خصائص ہیں، جو کسی سنجیدہ علم دوست کے لئے مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی ہے کہ بعض مباحث اس قدر تیتی ہیں کہ اس کی مثال دیگر تفاسیر میں پانی مشکل ہے،اس تفسیر میں سوشل سائنس اور سائنس کے پہلوؤں پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے فقہی مسائل میں قرآنی نقطۂ نگاہ پیش کیا گیا ہے تفسیر قرآن کریم کے باب میں عبرانی زبان کا ایک نمایاں کردار ہے،اس تقریر میں کچھ مباحث ایسے بھی ہیں جن میں سرسید کا نفرادیت حاصل ہے مثلاناسخ ومنسوخ، مالملکت ایمانکم،([1]) سحر طوفان نوح، زوالقرنین، مم، جمع قرآن،اختلاف مسئلہ جبر وقدر حقیقت استجابت دعاء قصاص، حقیقت، معراج اور مسئلہ ربا وغیرہ پر معرکہ آراء بحث کی گئی ہے۔
اس تفسیر میں سرسید نے مختلف مقامات پر اپنی بات کو باوزن بنانے کے لئے عربی، فارسی اور اردو اشعار بھی نقل کئے ہیں،ان میں سب سے زیادہ تعداد عربی اشعار کی ہے تفسیر قرآن کریم کے سلسلے میں جو آخذ معاون بن سکتے ان میں عربی اشعار کو بھی ایک اساسی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ مفردات قرآن کی وضح وتشرت کے لئے کلام عرب کا سہارا لیناضروری ہوگا۔اس سلسلے میں سرسید رقم طراز ہیں:
''قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں ہم کو ایک اور مشکل ہی پیش آتی ہے کہ عرب جاہلیت کا کلام بہت کم ہم تک پہنچا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس میں سے بہت بڑا حصہ ضائع ہو گیا ہے،اور علما علم ادب اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ امر قابل یقین نہیں ہے۔ کہ اہل لغت اور علما علم ادب نے جو معنی الفاظ کے لغت کی کتابوں میں اور اس کے محاورات اور استعارات کو لکھاہے،ان کے سوااور کوئی معنی اور استعارات زمانہ جاہلیت اور خود زمانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھے۔بلاشبہ اس امر میں ہم مجبور ہیں اور اس کے کہ قرآن مجید کے معنی قرار دینے میں موجود لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور کچھ چارہ نہیں ہے۔([2])

سر سید نے اپنے مذکورہ خیال کے پیش نظر اپنی تفسیر میں کلام عرب سے استشہاد واستدلال کیا اور اس طرح ثابت کیا کہ ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کلام عرب پر گہری نظر ہو، اسی اہمیت کو منظر عام پر لانے کے لئے صاحب اتقان نے اس موضوع پر مبسوط روشنی ڈالی ہے۔

حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کے یہاں ایک خاصی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے ان کے ذکر کا یہاں موقع نہیں البتہ سر سید کے نزدیک حروف مقطعات کے معانی عربوں کو معلوم تھے، اور اپنے کلام میں وہ انہیں استعمال بھی کرتے تھے اور اس سے کسی خاص امر کی جانب اشارہ مقصود ہوتا تھا، جیسا کہ اس شعر میں یہ پہلو موجود ہے:

فقلت لها قفی فقالت لي ق　　　لاتحسبی انانسینا الایجاف

سر سید نے اس شعر کی وضاحت یوں کی ہے یعنی میں نے اس سانڈنی سوار عورت سے کہا کہ شہر جا ی مت خیال کر کہ میں سانڈنی ہکانا بھول گیا ہوں، اس نے کہا کہ قافلان وقفت (شہری میں) پس حرف قاف سے پورا کلام وقفت کا مراد ہے۔[3]

قصہ آدم وشیطان میں تمام فرشتوں کو حضرت آدم کا سجدہ کرنے کا حکم صادر کیا گیا تو جملہ لائکنے حکم کی تیل کی سوائے ابلیس لعین) کے۔

واذقلنا للملائکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس(البقرہ:۳۵/۲)

اور پھر جب ہم نے فرشتوں کو کم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے گر ابلیں۔ سر سید کہتے ہیں کہ یہاں سجدہ سے اطاعت، فرمانبرداری اور تذلیل مراد ہے نہ کہ مشہور معنی۔ اسی مفہوم کو واضح کرنے کے لئے زید ائمی اکائی کا روشع تفسیر بیضاوی سے فرمایا ہے:[4]

بجمع تضل البلق في حجراته تری الأکم فيه سجدا للحوافر([5])

ٹیلے اور جنگل اس کے گھوڑوں کی ٹاپوں کو جدہ کرتے ہیں، یعنی ٹاپوں کے نیچے ذلیل ہوتے ہیں اور روندے جاتے ہیں۔ یہی مفہوم تمید بن ثور الھلالی نے بھی پیش کیا ہے۔

فقدن لها وهما أبي خطامه　　　وقلن له اسجدلیلی فاسجدا [6]

کیا نی وشی اور شریر اونٹ بیٹی کے سامنے لے جایئے، اور بیٹی کی سہیلیاں اس کو کہیں کھیل کو جدہ کرو تو وہ سجدہ کرتا ہے لیکن گردن ڈال کر تابعداری کرتا ہے۔

سر سید نے اپنی تفسیر میں فرشتوں پر ایک بھی بحث کی ہے، جس میں فرشتوں کے وجود سے انکار کیا گیا ہے۔ اسی بحث کے من میں لغات عرب کے حوالے سے سر سید نے بتایا کہ اس کا ایک مفہوم ایلچی یا رسول یا پیغامچی کے بھی ہے لیکن مشرکین عرب اسے اس رسول کے مفہوم میں نہیں لیتے تھے جن کو یہودی ملک یا بلائکہ کہتے ہیں، لیکن اتنا ضرور ہے

کہ قدیم عرب اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے عرب ملائکہ کا اطلاق ان قوی پر ضرور کرتے تھے جن کے توسط سے از روئے قانون قدرت دنیا کے امور انجام پاتے ہیں۔[7] جیسا کہ ابو عبیدہ جالی کے اس شعر میں یہ چیز موجود ہے۔

لست لأنسی ولکن الملائک　　　تنزل في جو السماء بصوب[8]

مذکورہ شعر میں صوب بارش کے معنی میں ہے، یعنی مینہ برسانے کا مل فرشتے انجام دیتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ رب فرشتوں کو متحیر تصور کرتے تھے جیسا کہ جاہلی شاعر آمیت این آبی صلت کے یہاں یہ مفہوم موجود ہے۔

فکان برقع والملائک حوله　　　سدر تواکله القوائم اجرب(9)

تفسیر سرسید میں حد سرقہ پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ اس سے متعلق آیات پر بحث کرتے ہوئے سرسید نے بتایا کہ چوری کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹنا لازمی نہیں ہے، بلکہ اس میں اختیار دیا گیا ہے کہ ہاتھ پاؤں کاٹ یا میں قید خانہ میں بند رکھو، اسی طرح ہر چوری پر قلع ید کی سزا نہیں ہے بلکہ فقہاء نے چوری کے مال کی مقدار متعین کیا ہے۔ حضرت علی کے عہد میں عمرو بن کریب ایک مشہور چور تھا آپ اسے پکڑوا کر قید خانہ میں ڈالنا چاہتے تھے لیکن وہ فرار ہو گیا، اس نے اپنے اشعار میں اس خدشے کا اظہار کیا ہے اگر میں پڑ گیا تو زنداں کے سپرد کر دیا جاؤں گا۔(10) وہ کہتا ہے

ولما ان رأیت ا بنی بشمیط　　　بسکة طيء والباب دونی

تحللت العصا وعلمت أنی　　　رھین مخیس آن ادرکونی

ولواني لبثت بھم قلیلا　　　الجروني الی شیخ بطین

شدید مجامع الکتفین باق　　　علی الحدثان مختلف الشؤون(11)

سرسید کا خیال عام ہے کہ وہ جنوں کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کا ری نظر قرآن کریم کے برعکس ہے۔

سرسید کے نزدیک اس کا اطلاق انسانوں پر ہوتا ہے عبرانی زبان میں دو اور جن کو شدیا شدیم کہتے ہیں اسی طرح ہی لفظ ڈاکوؤں اور شریر آدمیوں کے لئے بھی آتا ہے(12) جیا کہ اپنی زبانی کہتا ہے:

سھکین من صدأ الحدید کأنھم　　　تحت السنور جنة البقار[13]

لوہے کے زنگ کی وجہ سے ان کے بدن میں بدبو پھیل گئی، گویا کہ وہ زرہ کے نیچے اتار کے جن ہیں (ہی چیز ہیر ابنسالی کے یہاں بھی پائی جاتی ہے۔

اذا فزعوا طاروا الی مستغیثھم　　　طوال الرماح لا ضعاف ولا عزل

جب انہیں اندیشہ ہوا تو دوڑ کر اپنی پناہ مانگنے والے کے پاس گئے، لمبے نیزے لے کر نہ وہ کمزور ہیں اور نہ بے ہتھیار

بخیل علیھا جنۃ عبقریۃ   جدیرون یوما أن ینالوا فیستعلوا[14]

جن گھوڑوں پر عبقری جن سوار ہیں، وہ لڑائی کے دن اپنا مقصد پا کر کامیاب ہو جائیں گے

جن اذا فزعوا، انس اذا أمنوا   ممردون، بھالیل، اذا جھدوا[15]

جن جب جوش میں آئیں، اور انسان جب امن و سلامتی میں ہو، دراز قد ہیں، خندہ رو ہیں جبکہ وہ کوشش کرتے ہیں

سورہ یوسف کی آیت ۲۴ ولقد ھمت بہ وھم بھالولا ان رأی برھان ربہ›› کے پیش نظر متعدد سوالات اٹھائے گئے ہیں، ایک نحوی اعتراض یہ ہے کہ لولا کا جواب مقدم ہوتا ہے۔ موخر ہیں، دوسرے لولا کا جواب لام کے ساتھ آتا ہے، صاحب تفسیر کبیر نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ لولا کا جواب مؤخر لانا بہتر ہے لیکن مقدم لانا بھی نامناسب نہیں ہے۔(16) جیسا کہ سورہ قص میں موجود ہے۔

وأصبح فؤاد ام موسی فارغا ان کادت لتبدی بہ لولا أن ربطنا علی قلبھا لتکون من المؤمنین (القصص: ۲۸/۱۰)

اور ادھر موسیٰ کی ماں کا دل اڑا جا رہا تھا، وہ اس کا راز فاش کر ستی، اگر ہم اسے ڈھارس نہ بندھا دیتے، تا کہ وہ ایمان لانے والوں میں سے ہو۔ لولا کا جواب بغیر لام کے بھی آتا ہے، اس کی متعدد مثالیں سرسید نے پیش کی ہیں۔ سورہ نور میں ہے:

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ماز کی منکم من أحد أبدا (النور: ۲۴/۲۱)

اور اگر اللہ کا فضل اور اس کا رقم و کرم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک وصاف نہ ہو پاتا۔

کلام عرب میں بھی اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں، ایک جاہلی شاعر کا شعر ہے:

ولولا أنني رجل حرام   حصرت قروھا ولثمت فاھا[17]

اسی طرح فرزدق نے حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کہا:

ما قال لا قط الا في تشھدہ لولا التشھد کانت لاوہ نعم[18]

سرسید نے اپنی بات کو مزید باوزن بنانے کے لئے کلام عرب سے اس کی مثال ڈھونڈ نکالی کہ جس طرح آیت میں لولا کا جواب مقدم ہے اور بغیر لام کے آیا ہوا ہے، اسی طرح عرب شعراء کے کلام میں بھی اس طرح کی متعدد مثالیں موجود ہیں، اور زجاج کے مطابق ہی طریقہ شان ہے ایسا کلام ع میں نہیں ہوتا۔ سرسید نے اس کی تردید میں کلام عرب سے مثالیں اس لئے پیش کیں کہ اگر یہ انداز کلام شاذ ہوتا تو عرب شعراء اس کو ہرگز اختیار نہ کرتے۔ امرء القیس کے یہاں یہ انداز موجود ہے

تغالبن فیہ الجزء لولا ھواجر   جناد بھا صرعی لھن فصیص[19]

یہی انداز بیان ہیرا ابن علی کے بیان بھی موجود ہے۔

المجد في غیرھم لولا مآثرہ   وصبرہ نفسہ والحرب تستعر[20]

سر سید نے جنوں کی تردید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اور یہ ثابت کیا کہ قرآن حکیم نے جن جنوں کا ذکر کیا ہے، اس کا اطلاق صرف دوشی اور جنگلی آدمیوں پر ہوا ہے۔ اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ عرب شعراء کے یہاں جنوں کا یہ تصور موجود تھا۔[21] اپنی بات کو مستند بنانے کے لئے انھوں نے جذع بن سنان الغسانی(22) کے اشعار نقل کئے ہیں:

اتوا ناري فقلت متون انتم   فقالوا الجن قلت عموا صباحا

وہ میرے الا کے پاس آئے تو میں نے پوچھا کہ تم سب ہو کون؟ تو انہوں نے کہا کہ جن (یعنیپہاڑی)، میں نے کہا کہ تمہاری اچھی ہو

نزلت بشعب وادی الجن لما   رأیت اللیل قد نشر الجناحا[23]

جب میں نے دیکھا کہ رات پورے طریقہ سے چھا چکی ہے تو میں جنوں کی وادی میں داخل ہوا

مذکورہ اشعار سے یہ استدلال بالکل درست نہیں ہے، کیونکہ بھی کبھی انسانوں میں سے کچھ لوگوں کو ان کی خصوص ہایت مخصوص افعال نشست و برخاست، حرکات و سکنات اور خصوص قد و قامت نیز معمول سے زیادہ طاقت و قوت کی بنا پر عام شہری اور مہذب لوگ جن'' سے تعبیر کرنے لگتے ہیں، چونکہ جن مافوق نالفطرت ہوتے ہیں، اس لئے جب لوگوں نے دیکھا کہ بیجنگی اور غیر شہری لوگ عام انسانوں سے عادتاہٹ کر ہیں تو وہ انہیں جن سے تشبیہ دینے لگے، غالب گمان ہے کہ شاعر کے ہی احساسات ان جنگلی لوگوں کے باب میں ہوں، دوسری ایک چیز یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ جنگی اور وحشی (قرآنی تعریف کے مطابق جن ہی ہوں، کیونکہ جن مختلف شکلیں اختیار کر کے نظروں کے سامنے آ سکتے ہیں، اور وہ تمام کام انجام دے سکتے ہیں جو ایک عام انسان انجام دیتا ہے، انسان کی طرح کھانا اور شراب پینا ان سے مستبعد نہیں، قرآن کریم میں جنوں کی بھی دو میں بتائی گئی ہیں، اشعار میں مذکورہ عادات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تعلق غیر صارع جنوں سے تھا۔

سر سید نے معراج کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے آیت وماجعلنا الرؤیا التی أریناک الا فتنۃ للناس (الاسراء:- ۱/۲۰) پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اس آیت کا تعلق واقعہ معراج سے ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کے مطابق اس آیت کا تعلق واقعہ اسراء سے ہے۔ سر سید نے بتایا کہ رویا کے لفظی معنی کسی چیز کو خواب میں دیکھنے کے ہیں (24) لسان العرب میں الرؤیا في المنام، آیا ہوا ہے لیکن رویا کا اطلاق ان چیزوں پر بھی ہوتا ہے جو کچھ حالت بیداری میں دیکھا جاتا ہے، مثلا وقد جاء الرؤیا في الیقظۃ اسی مفہوم کو جاہلی شاعر رائی نے اس طرح پیش کیا ہے:

فکبر للرؤیا وھش فوادہ(25) وبشر نفسا کان قبل یلومھا

اس نظارہ کو دیکھ کر اس نے تعجب سے اللہ اکبر کہا اور اس کا دل خوش ہو گیا اور اس نے اپنے نفس کو مژدہ سنایا جس کو پہلے ملامت کرتا رہتا تھا یہی مفہوم تھی کے یہاں اس طرح موجود ہے

ورؤیاک أحلی في العیون من الغمض 26

تمہارا دیدار آنکھوں کے لئے نیند سے کہیں زیادہ اولی ہے

رویا کی بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے سر سید فرماتے ہیں کہ اس تمام بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی معنی ردیا'' کے خواب میں دیکھنے کے ہیں اور رویۃ في الیقظہ پر واز ابولا جاتا ہے۔27

سر سید نے اپنی تفسیر میں قصہ اصحاب کہف تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے، اور اس کے عہد وقوع کے متعلق بتایا کہ یہ قصہ بہت پرانا نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے کچھ پہلے کا ہے، اور یہ قصہ عرب جاہلیت کو بھی معلوم تھا(۲۸) جیسا کہ امیہ بن ابی ملت (متوفی ۲۲۰م) کے شعر سے واہے

ولیس بھا الا الرقیم مجاورا وصیدھم والقوم في الکھف ھمد 28

سورہ کہف کی آیت:

ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلک غدا ر الکھف: ۱۸/۲۲

اور تو ہر گز مت کہہ کسی چیز کے لئے کہ البتہ میں اس کو کروں گا کل۔

اس آیت میں جو لفظ خدا'' آیا ہے، اس کا مفہوم کل' اور زمانہ مستقبل (غیر معین وغیر محدود) دونوں پر ہوتا ہے۔ یہی مفہوم اور ایمان میں میں ارشاد ہے۔

وماتدري نفس ماذا تکسب غدا (لقمان: ۳۱/۳۶)

اس آیت میں خ دا کا مفہوم کل (فردا)، دوسرا دن مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے 'زمان مستقبل این آنے والا زمان مراد ہے۔ ان کی انسان کو اس کا علم نہیں کہ وہ آنے والے دنوں میں کیا کرے گا؟

جاہلی شعراء کے یہاں بھی اسی مفہوم میں 'خدا' موجود ہے، چنانچہ نابغہ ذبیانی کے یہاں خدا سے آئندہ عہد مراد ہے

الامر حبا بغد ولا أھلا بہ ان کان تفریق الأحبۃ في غد 29

''پس اس آیت میں جو لفظ خدا کا ہے اس کے معنی دوسرے دن کے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تم آئندہ زمانہ میں کسی کام کے کرنے کو کہو تو اس کے
ساتھ انشاء اللہ کہہ کیا کرو۔30

سر سید نے قرآن کریم اور کلام عرب کی مدد سے 'غدا'' کی توضیح و تشرت میں بڑا علمی انداز اختیار کیا ہے، کیونکہ وہ تفسیر القرآن بالقرآن اور کلام عرب کی نعمتوں سے پوری طرح باخبر تھے۔اس لئے وہتفسیر قرآن کے سلسلہ میں بالترتیبی تفسیر بالقرآن تفسیر بالمدیث تفسیر بکلام العرب کے قائل تھے۔

مذکورہ سطور کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہم قرآن کے باب میں کلام عرب کا ایک کلیدی کردار ہے، دور اول سے لے کر عہد حاضر تنگ تفسیر آیات کے باب میں اس اہم ضرورت پر خاطر خواہ توجہ مبذول کی گئی، قدیم مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اشعار عرب کو نمایاں مقام عطا کیا۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس گراں قدر پہلو کی جانب اشارہ کیا، امام سیوطی نے اپنی کتاب میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے، مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تقریر میں کلام عرب کی اہمیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے میرا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ قرآن کی زبان کی نوعیت کیا ہے اور اس کے ادبی محاسن کو جانچنے اور تولنے کے لئے کوئی اور معیار کیا ہے، میں اس سلسلے میں جو کچھ کر سکا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں نے اس تفسیر کے لئے قلم اٹھانے سے پہلے ادب جاہلی کے اس تمام ذخیرے کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے جو مجھے دستیاب ہو سکا ہے اور جو قرآن کے کسی ادبی نوی اور معنوی مشکل کو حل کرنے کے لئے کسی پہلو سے مددگار ہو سکتا ہے۔[31]

کلام عرب کی اسی اہمیت اور قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے سر سید نے اپنی تفسیر میں الشعر دیوان العرب سے استفادہ کیا، گرچہ ہی حصہ بہت زیادہ نہیں ہے لیکن اس سے ہندوستانی مفسرین کے سامنے ایک ایسا واضح نقطہ نظر سامنے ضرور آیا جس کی روشنی میں نظر بینی استشہاد کلام عرب کو بہت دور تک پہنچادیا، یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سر سید نے جاہلی شاعری کے ذخیرے کا وقت نظر سے مطالعہ کیا تھا تفسیر سر سید کے بہت سے گوشے جہاں غیر معمولی حد تک خطرناک ہیں وہیں بہت سے نکات قابل ستائش اور استفادہ بھی۔

الهوامش والمصادر

1 ۔ اس موضوع پر سر سید کا ایک تحقیقی رسال "ابطال ثلائی'' کے عنوان سے ہے جس کے تعارف کے لئے دیکھئے: ابطال غلائی: ایک مختصر تعارف، ابوسفیان اصلاتی، تہذیب الاخلاق، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اپریل ۱۹۹۵ء/۱۴ اص ۵۰-۴۹

2 ۔ السید احمد، تحریر فی اصول الفقیر، ۱۸۹۲ء ص ۵۳ مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۲ء
3 ۔ تفسیر القرآن وہو الہدی والفرقان، سرسید احمد خان، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء/۱/۱۱
4 ۔ تفسیر القرآن، ۱/۵۰
5 ۔ تفسیر الکبیر، ۱/۳۲۸
6 ۔ شعر حمید بن ثور اہلالی" کے دیوان میں موجود نہیں ہے۔
7 ۔ تفسیر القرآن، ۱/۱۲۷
8 ۔ ایضاً، ۱/۱۲۷
9 ۔ ایضاً، ۱/۱۲۸
10 ۔ تفسیر القرآن، سرسید احمد خان، رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور، (بدون کن) ۲/۱۳۴
11 ۔ شرح دیوان الحماس المرزوقی (شرہ: احمد امین وعبد السلام بارون) الطبعۃ الاولی، مطبعۃ بنہ التالف والترجمۃ والنشر اس ۱۳۷، ۱۹۵۱ء ۲۹۹/۲۰—۲۳۰
12 ۔ شعراء النصرانیۃ مطبعۃ الکبار المسلمین الیسوین، بیروت، ۱۸۹۰ء، ۱/۶۷۵
13 ۔ دیوان زہیر بن ابی سلی (تحقیق وشرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر، بیروت، ۸۲
14 ۔ تفسیر کبیر، ص ۴۴۱
15 ۔ دیوان الفرزدق (شرح وضبطہ وقدم لہ: الأستاذ علی فاعور، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الأولی ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، ص ۵۱۲
16 ۔ دیوان امرئ القیس، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم) دار المعارف مصر، ۱۹۵۷ء، ص ۱۸۲
17 ۔ دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ، ص ۴۹، تحقیق وشرح، کرم البستانی، بیروت ۱۹۵۳ء
18 ۔ وضاحت کے لئے دیکھئے: تفسیر القرآن، ۵/۱۱۷
19 ۔ جذع بن سنان السانی قدیم زمانۂ جاہلیت کا شاعر ہے۔
20 ۔ وضاحت کے لئے دیکھئے: تفسیر القرآن ہو الہدیٰ والفرقان ۵/۶۷۔۹۳
21 ۔ لسان العرب، الدار المصریۃ للتالیف والترجمۃ، القاہرہ، لابن منظور جمال الدین، محمد بن مکرم الأنصاری، ۹/۱۹
22 ۔ ایضا، ۹/۱۹،
23 ۔ ایضاً، ص ۳۷۔ پورا شعر یوں ہے: فکبر للرؤیا وهش فؤاده، وبشر نفسا کان قبل یلومها
24 ۔ پورا شعر یوں ہے:
مضی اللیل والفضل الذی لک لا یمضی　　　ورؤیاک أحلی فی العیون من الغمض
25 ۔ دیوان متنبیّ (صححہ الدکتور عبد الوہاب عزام) مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر ۱۳۶۳/۱۹۴۴، ص ۱۴۴
26 ۔ تفسیر القرآن، ۶/۹۷

27۔ تفسیر القرآن وہو الہدیٰ والفرقان،۷/۳۰

28۔ یہ شعر امیہ بن ابی صلت کے انتخابات میں موجود نہیں ہے۔

29۔ تفسیر القرآن، سر سید احمد خاں، مفید عام، آگرہ، ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء، ۷/۳۲

30۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ورلڈ اسلامک پبلیکیشنز، بار اول، ۱۹۷۹ء، ۱/ج

31۔ تفسیر القرآن ھو الہدیٰ والفرقان، ۷/۳۱۔۳۲